

ALFALAH
MAGZINE

August 2021



ماہنامہ
الفلاح
اگست ۲۰۲۱

زندگی کا سفر



فہرست

03

القرآن

04

زندگی کا سفر

05

امید اور خوف

06

میں کہاں ہوں؟

07

علامہ اقبال (شاعری)

معاون خصوصی: احسان اللہ کیانی

Ehsanullahkiyani.com

مدیر: عثمان علی

رسالہ فی سبیل اللہ حاصل کرنے
لیے درج ذیل نمبر پر میسج کریں۔

0347-0552110

join us on

Facebook:



www.facebook.com/
Alfalahyouthforum

join us on

YouTube:



Alfalah Youth Forum

join us on

Whatsapp:



[Name Join Alfalah] SMS to
0302-7396939

(for example)

[Usman Join Alfalah] SMS to 0302-7396939

القرآن

جس نے موت اور زندگی کو (اس لئے) پیدا فرمایا کہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون عمل کے لحاظ سے بہتر ہے، اور وہ غالب ہے بڑا بخشنے والا ہے۔

سورة الملك: 02

تفسیر:

یعنی دنیا میں انسانوں کے مرنے اور جینے کا یہ سلسلہ اس نے اس لیے شروع کیا ہے کہ ان کا امتحان لے اور یہ دیکھے کہ کس انسان کا عمل زیادہ بہتر ہے۔ اس مختصر سے فقرے میں بہت سی حقیقتوں کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہے۔ اول یہ کہ موت اور حیات اسی کی طرف سے ہے، کوئی دوسرا زندگی بخشنے والا ہے نہ موت دینے والا۔

دوسرے یہ کہ انسان جیسی ایک مخلوق، جسے نیکی اور بدی کرنے کی قدرت عطا کی گئی ہے، اس کی نہ زندگی بے مقصد ہے نہ موت۔ خالق نے اسے یہاں امتحان کے لیے پیدا کیا ہے۔ زندگی اس کے لیے امتحان کی مہلت ہے اور موت کے معنی یہ ہیں کہ اس کے امتحان کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

تیسرے یہ کہ اسی امتحان کی غرض سے خالق نے ہر ایک کو عمل کا موقع دیا ہے تاکہ وہ دنیا میں کام کر کے اپنی اچھائی یا برائی کا اظہار کر سکے اور عملاً یہ دکھا دے کہ وہ کیسا انسان ہے۔ چوتھے یہ کہ خالق ہی دراصل اس بات کا فیصلہ کرنے والا ہے کہ کس کا عمل اچھا ہے اور کس کا برا۔ لہذا جو بھی امتحان میں کامیاب ہونا چاہے اسے یہ معلوم کرنا ہو گا کہ ممتحن کے نزدیک حسن عمل کیا ہے۔

پانچواں نکتہ خود امتحان کے مفہوم میں پوشیدہ ہے اور وہ یہ کہ جس شخص کا جیسا عمل ہو گا اس کے مطابق اس کو جزا دی جائے گی، کیونکہ اگر جزا نہ ہو تو سرے سے امتحان لینے کے کوئی معنی ہی نہیں رہتے۔

زندگی کا سفر

عثمان علی

کیا بتائیں احباب کیا کار نمایاں کر گئے،
بی اے کیا، نوکر ہوئے، پنشن ملی اور مر گئے۔

اکبر الہ آبادی

زندگی ایک مختصر سفر ہے، یہ سفر ہر کسی کا مکمل ہو ہی جاتا ہے چاہے کوئی کیسے بھی
جیے، زندگی جیسے بھی گزارے زندگی نے آخر تمام ہونا ہے۔
زمین کی پشت پر بشر کی آمد سے لے کر آکر اب تک جو بھی آیا اپنا وقت گزار کر آخر
چل بسا۔

لیکن ناجانے کیوں ہمیں ابھی بھی یہاں سے جانے کا یقین نہیں ہے، ہم سمجھتے ہیں شاید
یہی ہماری منزل ہے وہ سب تو چلے گئے لیکن ہم نہیں جائیں گئے، ہمارا یہاں ہمیشہ ہمیشہ کا قیام
ہے شاید ہم یہی سمجھتے ہیں۔

زبان سے تو ہم کہتے رہتے ہیں "جو رات قبر میں وہ باہر نہیں" لیکن دل ہمارا پھر بھی
یہی کہہ رہا ہوتا ہے کہ نہیں میری رات قبر میں نہیں ہو سکتی، میں اتنا جلدی مر نہیں سکتا۔ اگر
ہمیں مرنے پر یقین ہو جائے تو سارے غم ہی ختم ہو جائیں زندگی آسان ہو جائے۔

پھر یزید کے لشکر کا تنہا مقابلہ آسان ہو
جائے، پھر یہ دنیا کی زندگی محض کھیل تماشے کی سوا کچھ نہ
لگے۔

قصہ مختصر بات بس اتنی سی ہے خدا کا حکم
زندگی جینے کا ہے تو زندگی جیو اس کے حکم کے مطابق،
لیکن جب وقت قربانی کا آئے تو قربان ہونا ہی عقلمندی ہے۔

امید اور خوف

جب انسان اپنی زندگی میں کوئی شے پانے کی شدید خواہش رکھتا ہے تو اس پر دو متضاد کیفیات ایک ساتھ گزرتی ہیں۔ ایک یہ کہ وہ اپنی محبوب چیز کو حاصل کرنا چاہتا اور اس کے لیے کوشش کرتا اور اسے پانے کی امید پر نہال بھی ہوتا ہے۔ اس خوشی و سرشاری کے ساتھ دوسری کیفیت خوف کی ہوتی ہے جس میں انسان اس بات کا اندیشہ رکھتا ہے کہ کہیں وہ اپنی زندگی کی اس سب سے بڑی خواہش کے پورا ہونے سے محروم نہ رہ جائے۔

ایک بندہ مومن بھی اپنی تمام عمر اسی کیفیت میں جیتا ہے۔ اس کی زندگی کا ہدف فردوس بریں میں ابدی زندگی کا حصول ہوتا ہے۔ اس ابدی زندگی میں ماضی کا کوئی دکھ، پچھتاوا اور محرومی ہوگی اور نہ مستقبل کا کوئی اندیشہ، پریشانی اور خوف ہوگا۔ وہ زندگی خدا کی رضا اور اس کی نعمتوں کا حسین امتزاج ہوگی۔ وہاں لذت، راحت، سہولت انسانی زندگی کو ابدی مسرتوں سے ہمکنار کر دیں گے۔ بوریت، بیزاری، بیماری، لاچاری اور مایوسی جیسی چیزیں زندگی سے رخصت ہو چکی ہوں گی۔

اس جنت کو پانے کے لیے مومن سراپا مشتاق، سراپا امید اور سراپا عمل ہوتا ہے۔ مگر اس کے ساتھ یہ خوف بھی دامن گیر ہوتا ہے کہ نفس و شیطان کے پھندے میں پھنس کر وہ کہیں اپنی منزل نہ کھوٹی کر لے۔ کوئی غلطی، کوئی کوتاہی، کوئی خطا اس کی غفلت کے نتیجے میں ایسی سرکشی اور ایسا جرم نہ بن جائے کہ وہ اسے جنت کے بجائے جہنم میں پہنچا دے۔

یہی امید و خوف مومن کی زندگی ہوتا ہے۔ یہی امید و خوف اسے نیکیوں پر ابھارتا اور غفلت سے بچاتا ہے۔ یہاں تک کہ بندہ مومن کی زندگی کا آخری وقت آجاتا ہے۔ یہ وہ وقت ہوتا ہے جب امید کو خوف پر غالب کر دینا چاہیے۔ کیونکہ سامنے خدائے رحمان ہے جو بڑا قدردان اور غفور و رحیم ہے۔ تاہم اس سے پہلے امید کو خود پر غالب کرنا اپنے آپ کو سخت خطرے میں ڈالنے کے مترادف ہے۔ ہر عقلمند انسان کو اس غلطی سے بچنا چاہیے۔

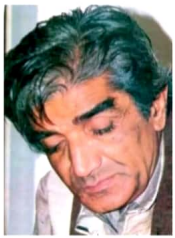
میں سوچتا ہوں کہ میں کہاں ہوں۔۔۔ یوں تو میں اپنے آپ میں، اپنے گھر میں ہوں۔۔۔ اپنے حالات اور اپنے مسائل میں ہوں، اپنے فکر و ذکر میں ہوں۔۔۔ اپنے غم اور اپنی خوشیوں میں ہوں۔۔۔

لیکن میں سوچتا ہوں کہ شاید میں کہیں بھی نہیں ہوں۔ اپنے نام کے پردے میں چھپا ہوا ایک راز ہوں، شاید بہت پرانا۔۔۔۔ غالباً قدیم۔

میں مالک کے ارادے میں تھا، اُس کے حکم کے تابع ہوں اور اُس کے روبرو حاضر رہنے کے انتظار میں ہوں۔

میں اپنے پروگراموں میں بہت مصروف ہوں، یہاں تک کہ میں خود بھی بھول جاتا ہوں کہ میں ایک راز ہوں لیکن یہ راز اتنا بھی سربستہ نہیں۔
میں اپنے اظہار میں بھی رہتا ہوں، اور یہ راز، کہ میں راز بھی ہوں اور اظہار بھی ہوں، میری سوچ کا باعث ہے۔

راز کس نے بنایا اور اظہار میں کون آیا؟
یہاں سے سوچ کا آغاز ہوتا ہے۔ میرے تخلیق ہونے میں میرا کوئی دخل نہیں، یہ سب اُس کی منشا اور اس کے ارادے، اور اس کے حکم سے ہوا۔
اس طرح میرا ہونا، میرا ہونا نہیں۔۔۔۔
یا یوں کہہ لیں کہ میرا ہونا، میرا نہ ہونا ہے۔
میں خود کسی کا پروگرام ہوں، میرا اپنا کیا پروگرام ہو سکتا ہے؟



عاصی واصف رحمۃ اللہ علیہ

میں تو بس چل رہا ہوں،
جو ساتھ ہے، اس کی تلاش میں ہوں۔۔۔۔۔
اور یہ تلاش، ایک لامتناہی سفر ہے۔
اگر ہم پیدا ہوتے اور پھر مر جاتے تو کوئی بات نہیں تھی۔

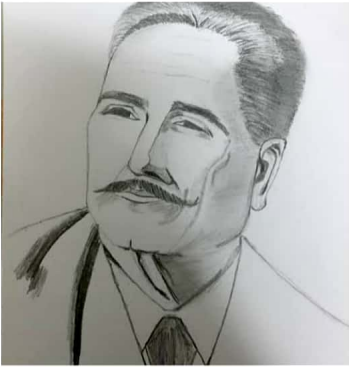
یہاں تو۔۔۔ اس سفر کے بعد ایک اور سفر، ایک اور انتظار موجود ہے۔ گویا کہ مر جانا، مر جانا نہیں۔۔۔۔۔
اگر مر جانا، مر جانا نہیں تو پھر جینا کیا جینا ہے۔۔۔۔۔؟

ہر گھر نے صدف کو توڑ دیا، تو ہی آمادہ ظہور نہیں

بال جبریل

تشریح:

ہر موتی سپی توڑ کر باہر نکل آیا، اے مخاطب! صرف تو ہے جس نے اپنے حقیقی جوہر نمایاں نہ کئے، اس شعر کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، ایک یہ کہ ہر شے نے اپنی حقیقت نمایاں کر دی، انسان یہ فریضہ سرانجام نہ دے سکا، دوسرا یہ کہ ہر قوم اپنی زندگی کی متاع لے کر کائنات کے بازار میں پہنچ گئی، مسلمان اس زمانے میں اپنی برتری کے لیے کچھ نہ کر سکے۔



علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ

ہتا جو 'ناخوب'، بتدریج وہی 'خوب' ہوا
کہ غلامی میں بدل جاتا ہے قوموں کا ضمیر

نرب کلیم

تشریح:

غلامی کی حالت میں قوموں کے اچھائی برائی کے معیارات بھی بدل جاتے ہیں اور وہ شعوری یا غیر شعوری طور پر آقاؤں ہی کے پیمانے اختیار کر لیتی ہیں۔ غلام شخص یا گروہ ہمیشہ آقا سے مرغوب رہتا ہے اور زندگی کے بیشتر شعبوں میں اسے ہی معیار سمجھتا ہے۔ اس ذہنی غلامی کے نتیجے میں اسے بہت سی ناپسندیدہ باتیں اور معاملات بھی آہستہ آہستہ درست اور بہتر لگنے لگتے ہیں۔

الفلاح یوتھ فورم

قیام کے مقاصد

- ★ مقدس اوراق کے لیے محفوظ جگہ فراہم کرنا
- ★ فقہی مسائل سے آگاہی
- ★ نوجوان نسل میں تعمیری اور فلاحی کاموں کے لیے شعور کی بیداری
- ★ نوجوانوں کو صلاحیتوں کے اظہار کے مواقع کی فراہمی
- ★ معاشرتی اور اخلاقی اقدار کا تحفظ
- ★ نوجوان نسل میں اتحاد اور ہم آہنگی کا فروغ
- ★ طلباء کے لیے اکیڈمیز کا قیام
- ★ کھیلوں کے مقابلوں کا انعقاد
- ★ عطیہ خون

ہم نے صرف سوچنے کا انداز بدلنا ہے، زندگیاں خود ہی بدل جائیں گی۔